محمد حنیف ندوی

تاثرات

روس نے عین اس وقت جب کہ امریکہ ابھی چاند تک پہنچنے کی تدبیریں ہی کر رہا تھا ایک مصنوعی سیارہ زمین کے گرد اگرد گھما بھی دیا۔ سائنس کی اس ترقی پر اس کو جتنی بھی داد دی جائے بجا ہے۔ اس سے انسانی عقل و خرد کی معجزہ طرازیوں میں بیش بہا اضافہ ہوا ہے اور فکر و تجربہ کو تگ و تاز کے لئے ایسی فضائیں میسر آ گئی ہیں کہ جن کے ساتھ عظمت و رومان کی متعدد داستانیں وابستہ ہیں۔ اس سے پہلے مہیب دشت اور لق و دق صحرا انسانی سطوت کا لوہا مان چکے ہیں۔ بلند و بالا پہاڑوں کی چوٹیاں سر ہو چکی ہیں اور سمندر کی وسعت و عظمت کا جائزہ لیا جا چکا ہے۔ لے دے کر ایک آسمان باقی تھا جو انسان کی حوصلہ مندیوں کا ہدف نہیں قرار پایا تھا معلوم ہوتا ہے اس کے اسرار اور رازہائے دروں بھی ظاہر ہونے والے ہیں۔ اور اس مشت غبار کی گستاخیاں اس کی حرمت و تقدیس کو بھی معرض خطر میں ڈالنے والی ہیں یعنی وہ فلک ناہنجار اور سپہر حیرت زا بھی زمین کی طرح ایک پامال اور فرسودہ حقیقت بننے والا ہے جس کی طرف ہم نے بخت و نصیب کی کتنی ہی نارسائیوں کو منسوب کر رکھا ہے۔ سائنس کے اس کرشمہ سے ایک بالکل ہی نئے دور کا آغاز ہونے والا ہے اور کائنات کے بارہ میں ایسے ایسے امکانات کے دروازے کھلنے والے ہیں کہ جس کے بارہ میں فی الحال ٹھیک ٹھیک پیش گوئی کرنا مشکل ہے۔ اس سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو گئی ہے کہ اشتراکی نظام میں بھی سائنس کی ترقی ممکن ہے۔ اور علم و حکمت پر کسی ملک کی اجارہ داری نہیں۔ لیکن اس ایجاد سے روس کے سیاستدانوں میں جو غرور و پندار پیدا ہو گیا ہے اور جس نہج سے وہ اس کی تشہیر کر رہے ہیں، اس سے کوئی سنجیدہ انسان متفق نہیں ہو سکتا۔ یہ مانا کہ انہوں نے بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ یہ مسلّم کہ اس سے ان کی سائنس کی دنیا میں کم از کم برتری قائم ہو گئی ہے۔ مگر اشتراکی تہذیب کو ابھی کئی خامیوں کو دور کرنا ہے۔ اور معاشرت و اصلاح کے سلسلہ میں کئی قدم اٹھانے ہیں۔ جب تک روس میں عدلیہ مکمل طور پر آزاد نہیں ہوتی۔ اور جب تک افکار و عقائد پر شدید پابندیاں اٹھائی نہیں جاتیں۔ اشتراکی تہذیب مغرب یا عصر حاضر کی تہذیب کا مقابلہ نہیں کر پاتی۔ روس بلاشبہ طاقتور ہے۔ یہ بھی صحیح ہے کہ بڑی حد تک اس نے بالا و پست کے فرق کو ختم کر دیا ہے۔ انسان کے انداز فکر کو بدلا ہے۔ مادیت کو فروغ دیا ہے۔ اور اس کے لئے صحت مند سانچے بنائے ہیں۔ نیز ایک نئے معاشرہ کی طرح ڈالی ہے جس میں طبقاتی نزاع اس درجہ شدید نہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ماننا پڑے گا کہ تہذیبی میدان میں یہ اپنی ہم عصر قوموں سے ابھی بہت پیچھے ہے۔ جب تک یہاں اہل علم اور ارباب سیاست اپنے کو آزاد تصور نہیں کرتے قانون اور تقاضائے عدل کے پیمانے مستقل بالذات صورت اختیار نہیں کرتے اور خوف و خطر کے بادل چھٹ نہیں جاتے اور جب تک جمہوری اقدار کو اس نئی تہذیب میں سمویا نہیں

جاتا اس وقت تک اس پر فخر نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس کو فائق تر تصوّرِ حیات نہیں گردانا جا سکتا۔ ہمیں معلوم ہے کہ ایک نظریاتی ریاست میں خیالات و افکار کی آزادی اس نوع کی نہیں ہو سکتی کہ جس نوع کی سرمایہ دارانہ نظامِ ریاست میں ممکن ہے۔ تاہم ایک نظامِ فکر میں بھی اختلاف و تنوع اور رنگا رنگی کے بے شمار مواقع فراہم ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ لوگوں کو اس نظام پر پورا پورا اعتماد ہو اور اس کے خیر و برکت ہونے پر پورا پورا ایمان رکھتے ہوں۔ سب جانتے ہیں کہ روس میں اختلافِ رائے کی گنجائش نہیں ہے۔ اور خالص علمی و ادبی دائروں میں بھی آزادی کی وہ روح مفقود ہے جسے تنقید و فکر کی جان کہا جا سکتا ہے۔ اس لئے ہم یہ نہیں مان سکتے کہ سائنس کا یہ حیرت انگیز ارتقاء تہذیب و تمدن کے ارتقاء کے بہرحال مترادف ہے۔ بلکہ اس کے برعکس سائنس کے ارتقاء کے معنی محض سائنس کے ارتقاء کے ہیں۔

روس کے اندرونی حلقوں میں مصنوعی سیارہ کی اس گردش کو مذہب کی گردش سے بھی تعبیر کیا جا رہا ہے۔ اور باور کرایا جا رہا ہے کہ اس سے مذہب و دین کے عقائد کی تغلیط ہوتی ہے۔ حالانکہ اس کا کوئی تعلق مذہب کے اٹل حقائق سے بھی نہیں۔ جب تک زندگی کے تناقضات موجود ہیں، اور جب تک قلب و ذہن ان تناقضات سے مجروح و متاثر ہوتا رہے گا اس وقت تک ایک اطمینان بخش ذات کی احتیاج قائم رہے گی۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ کسی نظامِ حیات میں بھی انسان پوری پوری یکسوئی اور اطمینان کو حاصل کر لینے پر قادر ہو سکتا ہے۔ اسی طرح جب تک مذہب انسانی اخلاق کو سنوارتا رہے گا۔ اس کے شعور و ادراک کو پاکیزگی عطا کرتا رہے گا۔ اسے یقین کی دولت سے مالا مال کرتا رہے گا، اور اسے بالاتر اور کامل تر اندازِ زیست کی طرف بڑھاتا رہے گا اس کی ضرورت باقی رہے گی۔ انسانی فتوحات کی کوئی حد آخری نہیں جس جس انداز سے اس کا علم بڑھتا رہے گا۔ اور تکمیل و اتمام کی منزلیں طے کرتا رہے گا۔ اس کو محسوس ہوگا کہ اس کے بعد اس میں اور بے شمار منزلیں ہیں جنہیں طے کرنا ہے اس صورت میں کیونکر ممکن ہے کہ انسان تکمیل علم کئے بغیر اس علیم و حکیم خدا کا انکار کر دے۔ جو اس کارگاہِ حیرت کو زندگی و نمو بخشنے والا ہے۔ سائنس کے ارتقاء سے صرف اتنا ہوگا کہ اس کی تعبیر بدل جائیگی۔ قدامت پرستی اور ظنون و اوہام کے پردے چاک ہو جائیں گے۔ جمود و تقلید راستے سے ہٹ جائینگے۔ اور معاشرہ تجربہ و دلیل کی روشنی میں آگے بڑھے گا۔ اس سے اس کے حسنِ اصلی میں فرق نہیں آئے گا بلکہ اس کا حسن اور نکھر جائیگا۔ اور اس کا تصوّر زیادہ جاذب، زیادہ معتدل اور استوار بنیادوں پر تعمیر ہوگا۔ مذہب ایک ایسی نفسیاتی اور فطری ضرورت پر مبنی ہے کہ جیتے جی انسان اس سے دستبردار نہیں ہو سکتا۔ کچھ عرصے کے لئے اس سے تاریخی مجبوریوں کی وجہ سے صرفِ نظر ممکن ہے۔ مگر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محرومی کی یہ شکل گوارا نہیں کی جا سکتی۔ اس پر ہم یقین رکھتے ہیں کہ اشتراکی معاشرہ بھی آخر آخر میں مذہب کی طرف پلٹے گا۔ مگر خود یہ مذہب جاگیرداری کا مذہب نہیں ہوگا۔ رجعت پسندی کا مذہب نہیں ہوگا۔ اور ایسا مذہب نہیں ہوگا جو نئی قدروں کا ساتھ نہ دے۔ اور نئے رجحانات کے ساتھ نہ چل سکے۔ بلکہ یہ ایک ایسا مختصر، جچا تلا، اور معقول مذہب ہوگا کہ جس کو اختیار کر کے معاشرہ ترقی کریگا۔ آگے بڑھے گا۔ اور روح و باطن کی نعمتوں سے بہرہ مند ہوگا۔